مترجم:- پروفیسر وائی ایس طاہر علی
مقالہ نگار ڈاکٹر داؤد پوتا مرحوم

بارھویں قسط

شاعر ابو جعفر الاندادی نے کئی قصائد عربی میں لکھے اور ان کا فارسی نظم میں ترجمہ کیا۔ اس نے بحر اور قافیہ بھی وہی رکھا ہے۔ بقول باخرزی وہ اس فن میں بے مثل تھا۔ کسی کی ہمت نہ تھی کہ اس کی ہمسری کرے۔

باخرزی نے دو مثالیں پیش کی ہیں۔ ان میں پہلا شعر عربی میں ہے اور دوسرے شعر میں اس کا فارسی ترجمہ ہے[1]۔

(۱) عذیرك من قدك الخیزرانی　　ومن وردتی خدك الارجوانی
نعان زان دو رخ چون گل ارغوانی　　وزان بر شده قامت خیزرانی
(ہے کوئی جو مجھے اس کے بید نما قامت سے اور اس کے ارغوانی رنگ کے رخساروں سے پناہ دے)

الا مبدر الدجی فانظرا　　الی صورة صورت للورٰی
بکی بر مہ چاردہ بگذرا　　بروی نگارین او بنگرا
(رات کے وقت چودھویں کے چاند کے پاس جاؤ اور ایک بت بے مثال کو دیکھو)

---

[1] ,, ص ۲۶۱ الف - یہ ہرگز مُلمّع نہیں کہلایا جا سکتا کیونکہ ملمع میں ہر عربی شعر کے بعد ایک فارسی شعر ہوتا ہے اور دونوں مضمون کے اعتبار سے ایک دوسرے مختلف ہوتے ہیں۔

قاضی ابو القاسم عبد العزیز القلبی نے ذیل کی فارسی رباعی کا عربی میں ترجمہ کیا ہے[1]۔

گفتی برو برابرم چه نشینی اینک رفتم چرا چنین غمگینی

چون بفروشی بتا ستور زینی بربسته بر آخر دگرس بینی

(تونے کہا چلے جاؤ۔ میرے پاس کیوں بیٹھے ہو۔ میں چلا گیا ہوں، پھر تو کیوں غمزدہ ہے؟ جب تو نے ایک سواری کا گھوڑا بیچ دیا تو وہ ضرور کسی دوسرے کے کٹھرے میں بندھا ہوا رہے گا۔)

اس کا عربی ترجمہ یہ ہے:

وأنت الذی أبعدتنی إذ أتیتنی وها أنا ذا غاد فمالك تحزن

إذا أنت بعت الیوم مهرا لهزله تراه علی اذی غیرك یسمن

(تمہی نے تو مجھے جب دیکھا تو کہا کہ بھاگ جاؤ۔ جب میں چلا گیا تو پھر کسی بات کا اندیشہ ہو؟ جب تم نے ایک دبلے بچھیرے کو بیچ دیا تو وہ یقینا کسی غیر کے کٹھرے میں پل کر بڑا ہوگا۔)

مذکورہ مثالوں سے ظاہر ہے کہ گیارہویں صدی عیسوی کے ایرانی شعرا کا خاص شغف تھا کہ وہ فارسی رباعیات کا عربی میں ترجمہ کریں کیونکہ ان رباعیات میں لطیفے ہوتے تھے جو بمصداق "ماقلّ ودلّ" بہت معنی خیز ہوتے تھے۔ رباعیات دراصل ایران کی پیداوار ہے چنانچہ شعرا کی خواہش تھی کہ اس صنف کو وہ عربی ادبیات میں بھی جگہ دیں بنابریں ان کی پہلی کوشش فارسی رباعیات کی چربہ سازی ہوتی تھی اس دور کی عربی رباعیات کی مثالیں لیجئے جو بالکل جداگانہ ہیں۔ ان میں وہی خصوصیت ہے جو قدیم فارسی رباعیات کی ہیں یعنی چاروں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔

احمد بن الحسن الخطیب البوشنجی کہتا ہے۔

قد هاض فراقه فقاری والله واستهلك هجره قراری والله

اذری الدم لیلی ونهاری والله لم یغن عن الهوی حذاری والله

(غم ہجر نے میری کمر توڑ دی خدا کی قسم! اور اس کے فراق نے میرا سکونِ دل چھین لیا۔ خدا کی قسم! میں شب و روز خون کے آنسو روتا ہوں۔ خدا کی قسم! عشق کا کوئی درمان نہیں ہے، خدا کی قسم!)

---

[1] دمیۃ القصر۔ بوڈلین لائبریری کا مخطوطہ ص ۱۳۶ الف

اسی شاعر نے اور بھی کہا ہے :-

ابلیٰ جسدی ھوی ظلوم جان   قد ھجن قدہ قضیب البان
یامن أضحی وما لہ من ثانی   ماضرک لو فککت ھذا العانی

(ایک ظالم نے میرے جسم کو گھلا دیا۔ بان کا درخت بھی اُس کے قد و قامت کو دیکھ کر شرمندہ ہوتا ہے۔ وہ بہت ہی بے نظیر ہے۔ اُسے کیا نقصان ہوگا اگر وہ ایک گرفتارِ رنج دمحن کو آزادی دیدے)

باخرزی لکھتا ہے کہ اس قسم کی رباعیات کا اُس کو علم نہ تھا مگر ایک دن اس کے والد نے باخرز کے ایک شاعر ابو العباس کی رباعیاں سنائیں جو اسی طرز پر لکھی گئی تھیں۔ ملاحظہ کیجئے باخرزی کی ایک رباعی :-

أعطیتک یابدرُ عنان القلب   اذ زلت اری ھواک شاہ القلب
لو لم یکن الصود صوان القلب   انزلتک واللہ مکان القلب

"اے چاند! میں نے اپنا دل تجھے سونپ دیا ہے۔ میرے دل میں تو ہی بس رہا ہے اگر سینہ میں دل نہ ہوتا تو میں تجھے اپنے دل کی جگہ دے دیتا۔"

اب چند فارسی کی اقتباسات ملاحظہ کیجئے جنہیں محدثین نے عربی میں منظوم کیا ہے لیکن یہ فارسی عبارات دراصل اسی مفہوم کے عربی اشعار کا نتیجہ ہیں۔ حسب ذیل عبارات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے :-

(۱) آقاجی کہتا ہے:[1]

---

[1] لباب جلد ۱ ص ۸ الف۔ عوفی کی رائے میں آقاجی ملی کرم کے مندرجہ ذیل شعر سے استفادہ کیا ہے :-

سلی عن سیرتی سھمی وقوسی   ورمحی والمنلمۃ والقضایا

(میرے کردار کے متعلق میرے تیر و کمان سے، نیزے سے، مہموں سے اور فیصلوں سے پوچھ۔)

اور کیا متنبی کا مندرجہ ذیل مشہور و معروف شعر اس کے دماغ میں نہ تھا؟

الخیل واللیل والبیداء تعرفنی   والضرب والطعن والقرطاس والقلم

(گھوڑے، رات، میدانِ کارزار، مار دھاڑ، کاغذ اور قلم سب مجھے پہچانتے ہیں۔)

ای آنکه نداری خبری از ہنر من　　　خواہی که بدانی که نیم نعمت پرورد
اسب آرو کمند آرد کتاب آرو کمان آر　　　شعر و قلم و بربط و شطرنج و می و نرد

(اگر تو میرے فن سے بے خبر ہے اور تیری آرزو ہے کہ تو جانے کہ میں پروردۂ نعمت نہیں ہوں تو پھر ایک گھوڑا، ایک کمند، ایک کتاب اور کمان لا۔ شعر، قلم نے شطرنج، شراب اور نرد بھی لا اور مجھے آزما)

اس رباعی کو ہمذانی نے عربی میں ترجمہ ذرا تغیر و تبدل کرکے کیا ہے[1]

ان شئتَ تعرفُ فی الآداب منزلتی　　　وانّنی قد عدانی الفضل والنعم
فالطرف والقوس والاوهاق تشهد لی　　　والسیف والنرد والشطرنج والقلم

(اگرچہ مال و زر اور عیش و آرام نے مجھ کو خیر باد کہا ہے پھر بھی اگر تو گوناگوں کمالات میں میری منزلت دیکھنا چاہتا ہے تو گھوڑا، کمان اور کمند میری گواہی کے لئے کافی ہیں اور تلوار، نرد، شطرنج اور قلم بھی میرے کمال کے شاہد ہیں۔)

(۱۱) عاشق کے جسم زار کو ایک باریک بال سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

المنطقی کہتا ہے[2]

---

[1] العکبری جلد ۲ ص ۲۵۹۔ اس عبارت کا مصنف کون ہے؟ یہ مسئلہ معرض بحث ہے ثعالبی نے ایک مقام پر (یتیمۃ جلد ۴ ص ۹۶) اس کو ابوالقاسم اسماعیل بن احمد الشجری کی طرف منسوب کیا ہے اور دوسری بار وہ اسے آغاجی کا عربی میں ترجمہ کیا ہوا بتاتا ہے۔ (تتمۃ الیتیمۃ ص ۱۵۲) لیکن زیادہ قرین قیاس ہے کہ اسے ہمذانی نے عربی میں منظوم کیا ہے کیونکہ اسے ترجمہ کرنے کا بڑا شوق تھا۔

[2] لباب جلد ۲ ص ۱۔ کئی عربی شاعروں نے اس خیال کا اظہار کیا ہے۔ اور منطقی نے ان سے خوشہ چینی کی ہے۔ حسب ذیل اقتباسات حتی الامکان تاریخ وار دیئے گئے ہیں۔ مجنون کی نحیف البدنی کے بیان کے علاوہ ابن قتیبۃ (الشعر والشعراء ص ۲۵۱) نے کئی متوازی عبارتیں تحریر کی ہیں جو عمر بن ابی ربیعہ، عبید بن ایوب الانباری اور ایک غیر معروف شاعر کی ہیں:۔

الف مجنون　　　(باقی اگلے صفحے پر)

(حاشیہ) پچھلے صفحہ سے آگے

ألا إنما غادرت یا امّ عامر صدًی اینما تذهب به الریح یذهب

(ہوشیار! اے ام مالک تونے مجھے ایک صدائے بازگشت کی طرح چھوڑ دیا ہے۔ یہ صدائے بازگشت ہوا کے رخ پر گھومتی رہتی ہے۔)

ب بشار (آغانی جلد ۳ ص ۲۶)

انّ فی بردی جسماً ناحلاً لو توکأت علیه لانهدم

(میری چادر میں ایک دُبلا پتلا جسم ہے۔ اگر تو اس پر ہاتھ ٹیکے گا تو وہ ٹوٹ کر پاش پاش ہو جائے گا۔)

اور پھر (اغانی جلد ۳ ص ۵۶) پر کہتا ہے۔

فی حلتی جسم فتی ناحل لو هبت الریح به طاحا

میرے لبادے میں ایک کمزور جوان کا جسم ہے۔ اگر اُس پر ہوا چلے تو وہ اڑنے لگے گا۔

ج مؤمل نحیف جسم کو ایک سانس سے تعبیر کرتا ہے جو دوسروں کی پھونکوں سے اڑائی جاتی ہے۔ (شریسی صفحات ۱۳۴ اور ۱۳۵)۔

قد صرت من ضعفی الی حالة تجری لها آماق حسادی

یکاد جسمی من نحول القنا تحمله انفاس عوادی

کمزوری نے میری یہ حالت کر دی ہے کہ مجھے دیکھ کر میرے حاسد لوگ بھی رونے لگتے ہیں۔ بیماری کے باعث میرا جسم اتنا لاغر ہو گیا ہے کہ وہ میرے ملاقاتیوں کی پھونک سے اڑنے لگتا ہے۔

د خالد الکاتب کو اپنا جسم اتنا نحیف لگتا ہے کہ وہ صرف اس کا تصور ہی کر سکتا ہے (شریسی جلد ۱ ص ۱۳۵)

غدا خلیلك نضوًا لا حراك به لم یبق من جسمه الا توهمه

(تیرا دوست اتنا لاغر ہو چکا ہے کہ اب اُس میں ہلنے کی بھی طاقت نہیں ہے۔ اس کا جسم نظر ہی نہیں آتا۔ وہ ایک خیالی تصور ہے۔

ھ ابن المعتنی جسم کو اتنا لاغر بتاتا ہے کہ اسے موت بھی آئے تو ایک وقت دیکھ نہ پائے گی (شریسی جلد ۱ ص ۱۳۵)

(باقی اگلے صفحے پر)

مسهد خانه التفريق فی اصله اضناه سیده ظلماً بر تحله

فدق حتی لو ان الدهر قادله حقفاً لما ابصرته مقلتا اجله

(وہ ایسا بیمار ہے جس کی نیند حرام ہے۔ ہجر نے اُس کی امیدوں کو خاک میں ملا دیا ہے اُس کا آقا اُسے چھوڑ کر چلا گیا۔ چنانچہ اُس کا جسم مارے غم کے گھل رہا ہے۔ وہ اتنا گھل گیا ہے کہ زمانہ اُس کی بربادی پر آجائے تو موت بھی اُس کو دیکھ نہ پائے گی)

د متنبی نے جسم کو عنقا صفت کر دیا ہے (حوالہ مذکورہ)

ولو قلم اُلقِيتُ فی شق رأسه من السقم ما غيرت من خط کاتب

(اگر میں زبانِ قلم کی درز میں بھی ڈال دیا جاؤں تو میں اتنا نابود ہو چکا ہوں کہ میری وجہ سے کاتب کی کتابت میں کوئی فرق نہ آئے گا)

متنبی کے حسب ذیل اشعار زیادہ مشہور ہیں :-

روح تودد فی مثل الخلال إذا اطارت الريح عنه الثوب لم يبن

كفیٰ بجسمی نحولاً انّنی رجل لولا مخاطبتی ایاك لم ترنی

(میں جسم کے چھلکے میں ایک جان کے مانند ہوں۔ جب ہوا سے کا پردہ اڑنے لگتا ہے تو وہ دکھائی نہیں دیتی۔ میرا جسم اتنا نحیف و زار ہے کہ تو مجھے دیکھ نہ سکے گا اگر میں تجھ سے بات نہ کروں۔)

پروفیسر براؤن : تاریخ ادبیات جلد ۳ صفحات ۵۴۷ اور ۵۴۸۔

مولانا جامی نے اِسی سے استفادہ کر کے یہ شعر کہا ہے :-

گشتم چنان ضعیف کہ بی نالہ وفغان ظاہر نمی شود کہ درین پیرہن یکیست

(میں اس قدر ناتواں ہو گیا ہوں کہ اگر میری آہ و فریاد بند ہو جائے تو پتہ نہ چلے کہ اس قمیص میں کوئی شخص ہے)

ایک اور غیر معروف شاعر کہتا ہے :-

مرا ضعیفی آنچنان نہان کر دست کہ جز بنالہ نداند کسی وجود مرا

(ناتوانی نے میرا یہ حال کر دیا ہے کہ اگر میرا نالہ و فغان نہ ہو تو میرا کوئی وجود تسلیم نہ کرے)

یتیمہ الدھر میں کسی شاعر کا یہ شعر لکھا ہوا ہے (جلد ۱ ص ۱۶۵)

(باقی اگلے صفحے پر)

(iii) عاشق اپنی نگاہ سے معشوق کے رخساروں کو مجروح کردیتا ہے اور معشوق اس کے بدلے میں عاشق کے دل کو گھائل کرتا ہے۔

ابوشکور بلخی نے اس سلسلے میں کہا ہے[1]

از دور بدیدار تو اندر نگریستم   مجروح شد آن چہرۂ پر حسن و ملاحت

وز غمزۂ تو خستہ شد آزردہ دل من   وین حکم قضائیست جراحت بجراحت

(میں نے دور سے تیرے چہرے کو دیکھا اور تیرا چاند سا نکھرا اس سے شرمسار ہوگیا پھر تیری نگاہ کا تیر میرے جگر کے آر پار ہوگیا۔ سچ ہے۔ زخم کی سزا ہی زخم ہے[3]

دونوں زبان کا جاننے والا شاعر ابوالفتح البستی نے اس کا ترجمہ عربی میں کیا ہے[4]

۱۔ لباب جلد ۲ ص ۲۱

۲۔ " "

۳۔ پروفیسر براؤن: تاریخ ادبیات جلد ۱ ص ۴۶۷۔ اس خیال کو بعینہٖ فلپ سڈنی نے ARCADIA میں ظاہر کیا ہے:-

His heart his wound received from my sight;
My heart was wounded with his wounded heart,
For as from me on him his heart did light
So still methought in me his hurt did smart;

ابوشکور بلخی سے پہلے کئی عربی شاعروں نے اس خیال کا اظہار کیا ہے۔ ان ہی سے ابوشکور نے استفادہ کیا ہے۔ یہاں چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

(الف) ابوتمام کہتا ہے (المثل السائر ص ۴۶۷)

ادمیت باللحظات وجنتہ   فاقتص ناظرہ من القلب

(میں نے اس کے رخساروں کو نگاہوں سے خونیں کردیا۔ پس اس کی آنکھ نے میرے دل سے انتقام لے لیا۔)

(باقی اگلے صفحے پر)

یک موئی بدزدیدم از دو زلفت   چوں زلف زدی ای صنم بشانہ
چونانش بسختی ہمی کشیدم   چوں مور کہ گندم کشد بخانہ
با موئی بخانہ شدم پدر گفت   منصور کدامست از دوگانہ

(میں نے تیری سیاہ زلف سے ایک بال چرالیا جب اے محبوبا! تو بالوں کو کنگھا کررہی تھی۔ میں بڑی مشکل اسے اپنے گھر لے گیا۔ جیسے چیونٹی بمشکل دانۂ گندم لے جاتی ہے۔ جب میرے ابا نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ ان دونوں میں سے کون میرا بیٹا ہے[1])

صاحب بن عباد نے بدیع الزمان الہمذانی سے کہا کہ وہ منطقی کے اشعار کا بحر سریع میں عربی ترجمہ کرے۔ چنانچہ اُس نے فی البدیہہ کہنا شروع کیا[2]:-

سرقت من طرّتہ شعرۃ   حین غدا یمشطہا بالمشاط

(میں نے اس کی زلف سے ایک بال چرالیا جب صبح کے وقت وہ بالوں کو کنگھا کررہا تھا)

ثمّ تدلحتُ بہا مثقلا   تدلح النمل بحبّ الحناط

(پھر چیونٹی کے مانند اُس کو بڑی محنت سے لے گیا)

قال ابی من ولدی منکما   کلا کما یدخل سم الخیاط

(میرے ابا نے پوچھا کہ تم دونوں میں سے کون سا میرا بیٹا ہے۔ تم میں سے ہر ایک چشم سوزن میں داخل ہوسکتا ہے[3])

پچھلے صفحے سے آگے:

لی سید فاتن یعلمنی   بحسنہ کیف یعبد الصنم
لما رانی وفی یدی قلم   لم یدر مولای اینا قلم

(ایک حسین قبلہ گاہ نے مجھے اپنے جلوے سے سکھایا کہ میں کیسے کسی بت کو پوجوں۔ جب اُس نے مجھے دیکھا کہ میرے ہاتھ میں ایک قلم ہے تو وہ نہ سمجھ سکا کہ ہم دونوں میں قلم کون ہے)

1. پروفیسر براؤن: تاریخ ادبیات جلد ص ۴۶۳ فارسی متن کے لئے ملاحظہ ہو لباب جلد ۲ ص ۱۷۔
2. " " ص ۴۶۴
3. " " "

رمیتک عن حکم القضاء بنظرة　　ومالی من حکم القصاص مناص

فلما جرحت الخد منکم بمقلتی　　جرحت فوادی والجروح قصاص

(میں نے اتفاق سے تجھ پر ایک نگاہ ڈالی لیکن میں قصاص کے قانون سے نہ بچ سکا۔ جب میں نے اپنی نگاہ سے تیرے رخساروں کو مجروح کیا تو تُو نے بھی میرے دل کو زخمی کر دیا۔ سچ ہے زخم بغیر قصاص کے نہیں رہ سکتا)

پچھلے صفحے سے آگے)۔

ب ابن الرومی کہتا ہے (حوالہ مذکور بالا ص۲۶)۔

جوحته العیون فاقتص منها　　بجوی فی القلوب دامی الندوب

(اُس کی نگاہوں نے گھائل کر دیا۔ پس اس نے ایسی کسک پیدا کی کہ دلوں میں خونی زخم پیدا ہو گئے)

ج اسی شاعر نے ایک بار پھر کہا ہے (ایا نة ص۱۶)

یغد وفیکثو بالحاظ جراحنا　　فی وجنتیه وفی القلوب جراحه

(وہ صبح سویرے نکلتا ہے چنانچہ ہم اپنی نگاہوں سے اُس کے چہرۂ گلفام پر زخم لگاتے ہیں اور ہمارے دلوں میں وہ زخم کاری لگاتا ہے)

د متنبی کہتا ہے (حوالہ بالا ص۱۶)

مابال لاحظته فتضرجت　　وجناته وفؤادی المجروح

(کیا بات ہے کہ جب میں نے اس کی طرف نگاہ اٹھائی تو اس کے رخسار مجروح ہو گئے اور میرا دل بھی مجروح ہو گیا)

ھ ہمذانی کہتا ہے (یتیمہ جلد ۴ ص۲۷)

بدت من خلل الحجب　　کمثل اللؤلؤ الرطب

فأدمی خدها لحظی　　وأدمی لحظها قلبی

(وہ آبدار موتی کے مانند سراپردہ سے باہر نکلی میں نے اُس کے گالوں کو مجروح کیا اور اس نے اپنی نگاہ سے میرے دل کو تڑپا دیا)

و ابو کامل تمیم بن مفرغ الطائی کہتا ہے (دمیة ص۱۱الف)

یجوحها اللحظ علی ادھا　　یجوح باللحظ سواد القلوب

(نگاہوں نے اسے شکار کر لیا لیکن اس کی نگاہوں کا تیر دل کے آر پار نکل گیا)۔ ۴ے لباب جلد ۲ ص۲۔

(۱۷) "جگر کے ٹکڑے ہیں یہ ہمارے جو بن کے آنسو نکل رہے ہیں"۔

معروفی ایک قدیم سامانی شاعر ہے وہ کہتا ہے :[۱]

خون سپید بارم ازدو رخان زردم　　　　آری سپید باشد خون دل معصد

(میں اپنے دو رخساروں پر سفید خون روتا ہوں۔ بے شک دلِ رنجور کا خون سفید ہوتا ہے۔)

معروفی کے ہم عصر شعراء نے بقول ثعالبی اس خیال کا اظہار عربی میں کیا ہے۔ مثال کے طور پر ابوالحسن علی بن محمد البیہقی کہتا ہے۔

ولم ار لی یوم الرحیل مساعدا　　　　علی الواجد حتی اقبل الدمع مسعدا

وکان دمًا فابیض منہ احمرارہ　　　　بناد التصابی حین ناض مصعّدا

(وداع ہوتے وقت مجھے کوئی یار و یاور نہ ملا جو میرے درد کی دوا کر سکے۔ چنانچہ آنسوؤں نے میری مدد کی۔ یہ سب خون کے قطرے تھے جس کی سرخی آتشِ عشق سے رس رس کر سفیدی میں تبدیل ہو گئی تھی۔)

کسی غیر معروف شاعر نے ذیل کے اشعار میں اسی خیال کو دہرایا ہے:[۲]

أرابک دمعی اذجری فحملتنی　　　　من الضر والبلوی علی مرکب صعب

فلا تنکرن تلک الدموع نانما　　　　یبیضہا تصعیدھا من دم القلب

(کیا تجھے میرے آنسوؤں سے کوئی دھوکا ہوا ہے جس کی بنا پر تو نے مجھے محنت کے اڑیل گھوڑے پر سوار کیا ہے ان آنسوؤں کا کیا قصور ہے۔ وہ تو دل کا خون ہے جو رس رس کر سفید ہو گیا ہے)

(مسلسل)

---

[۱] یتیمۃ جلد ۳ ص ۱۶۴

[۲] " " "